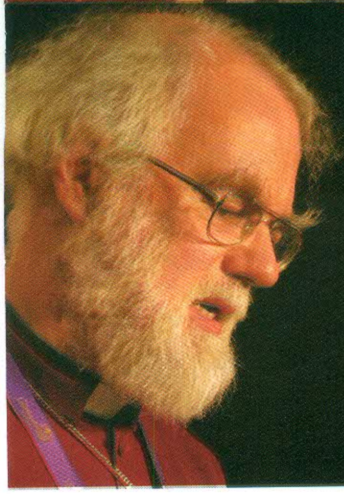

اسلامی شریعت اور
آرک بشپ ڈاکٹر رووَن ولیمز کے نظریات

ثاقب اکبر

ڈائریکٹر البصیرہ، اسلام آباد

آرک بشپ آف کنٹربری (Archbishop of Canterbury) چرچ آف انگلینڈ کے چیف بشپ ہیں۔ ڈاکٹر رووَن ولیمز (Rowan Williams) اس وقت اس عہدے پر فائز ہیں۔ عہدے کے اعتبار سے انھیں عالمی سطح کے اینگلیکن کمیونین کے اعزازی سربراہ کی حیثیت حاصل ہے۔ اس کمیونین میں اڑتیس آزاد قومی اور علاقائی چرچ شامل ہیں۔

ڈاکٹر رووَن ولیمز

ڈاکٹر رووَن ولیمز اس چرچ کی چودہ سوسالہ روایت میں ایک سو چارویں سربراہ سمجھے جاتے ہیں۔ وہ 14 جون 1950 کو سونیسیا (ویلز) میں پیدا ہوئے۔ 2003 کے اوائل میں وہ موجودہ منصب پر پہنچے۔ انھوں نے اپنے کیریئر کا زیادہ حصہ کیمبرج اور آکسفورڈ کی یونیورسٹیوں میں ایک کامیاب استاد کی حیثیت سے گزارا۔ وہ ایک روشن فکر مسیحی دانشور کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ ان کی روشن فکری بائیبل کے متن اور مسیحی روایات کے بارے میں ان کے تصورات میں بھی جھلکتی ہے۔ 1983 میں آرتھوڈاکسی کے بارے میں انھوں نے لکھا:

"Orthodoxy should be seen as a tool rather than an end in itself. It is not some thing which stands still."(1)

''آرتھوڈاکسی کو اپنی ذات میں ایک حتمی نظریہ سمجھنے کے بجائے ایک وسیلہ سمجھا جانا چاہیے۔ یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو جامد کھڑی رہتی ہے۔''

ہم جنس پرستی، فری مارکیٹ اور انسانی خلقت کے بارے میں ان کے خاص نظریات ہیں۔ خود مسیحی دنیا میں بھی اُن کی نظریاتی مخالفت پائی جاتی ہے۔ تاہم اُن کے بعض نظریات اور اقدامات کو بہت پذیرائی حاصل ہوئی ہے۔ انھوں نے ابتدا ہی سے عراق پر حملے کی مخالفت کی۔ انھوں نے اسے یو این کی اخلاقیات اور مسیحی تعلیمات کے منافی قرار دیا۔ عراق جنگ کے خلاف انھوں نے امریکہ میں پہنچ کر مظاہروں میں شرکت کی۔ انھوں نے شام اور ایران پر ممکنہ حملوں کی مخالفت کی۔ اس سلسلے میں انھوں نے برطانوی وزیراعظم کی سرکاری پالیسیوں کی مخالفت کی۔ 5 اکتوبر 2007 کو ڈاکٹر رووَن ولیمز نے شام میں عراقی مہاجرین سے ملاقات کی۔ اس دورے سے واپسی پر بی بی سی کو ایک انٹرویو دیتے ہوئے انھوں نے شام اور ایران پر ممکنہ حملوں کی حمایت کرنے والوں کو مجرم، جاہل اور بالاستعداد قاتل (Criminal, ignorant and potentially murderous) قرار دیا۔(2)

ڈاکٹر ولیمز مذاہب و ادیان کے مابین مکالمے اور قربت کے حامی ہیں۔ اس سلسلے میں وہ دیگر ادیان کے رہنماؤں سے ملتے رہتے ہیں۔ انھوں نے مختلف ممالک کے دورے کیے ہیں اور ملاقاتوں، سیمیناروں، کانفرسوں اور مظاہروں کے ذریعے اپنا پیغام

پہنچایا ہے۔ برطانیہ میں بھی مسلمان رہنماؤں کے ساتھ اُن کے اچھے مراسم ہیں۔ وہ اس سلسلے میں اپنے ہی مذہب کے انتہا پسندوں کی تنقید کا بڑے اعتماد سے سامنا کرتے ہیں۔

اسلامی شریعت سے استفادہ کے بارے میں ڈاکٹر ولیمز کی رائے

7 فروری 2008 کو ڈاکٹر روون ولیمز اس وقت ذرائع ابلاغ کا سب سے نمایاں موضوع بن گئے جب انھوں نے رائل کورٹ آف جسٹس انگلینڈ میں برطانیہ میں سول اور مذہبی قانون (Civil and Religion Law) کے موضوع پر لیکچر دیا۔ یہ ایک طویل لیکچر تھا۔ اس میں اُن کے وہ چند جملے جو بعدازاں عالمی سطح پر موضوع بحث بن گئے، کچھ یوں تھے:

برطانیہ کے چند علاقوں میں کچھ اسلامی قوانین کو شامل نہ کرنا اب ممکن نہیں رہا۔ شادی اور مالیات جیسے معاملات میں اسلامی شریعت کی جگہ موجود ہے۔

برطانیہ کو اس امر کا سامنا کرنا چاہیے کہ کچھ شہری خود کو برطانیہ کے قانون سے وابستہ نہیں کرتے۔ اسلامی شریعت کے قانون کے کچھ حصے اختیار کرنے سے برطانیہ میں سماجی ارتباط پیدا کرنے میں مدد ملے گی۔ ہوسکتا ہے کہ بعض مسلمان اپنے ازدواجی قضیوں یا مالیات سے متعلق مسائل کا حل شرعی عدالت سے کروانا چاہیں۔(3)

اس موقع پر ان سے پوچھے گئے سوالات میں سے ایک یہ بھی تھا:

Must we accomodate Islam or not as Christians?

ہمیں ایک مسیحی کی حیثیت سے اسلام کو جگہ دینی چاہیے یا نہیں؟

اس کے جواب میں انھوں نے کہا:

Must we accommodate Islam or not as Christians?Must I love my Muslim neighbour? Yes, without qualification or hesitation. Must I pretend to my Muslim neighbour that I don't believe my own faith? No, without hesitation or qualification. Must I as a citizen in plural society work for ways of living constructively, rather than tensely or suspiciously with my Muslim neighbour? Yes, without qualification or hesitation.(4)

ہمیں مسیحی کی حیثیت سے اسلام کو جگہ دینی چاہیے یا نہیں؟ کیا مجھے اپنے مسلمان ہمسایہ سے ضرور محبت کرنی چاہیے؟ ہاں بغیر کسی شرط یا تذبذب کے۔ کیا مجھے اپنے مسلمان ہمسائے کے سامنے اُس چیز کا تظاہر کرنا چاہیے جس پر میں اپنے عقیدے کے مطابق یقین نہیں رکھتا۔ نہیں، بغیر کسی ہچکچاہٹ یا شرط کے۔ ایک کثرتی سماج کے شہری کی حیثیت سے مجھے تعمیری طور پر زندگی کے راستوں کے لئے کام کرنا چاہیے، بجائے اپنے مسلمان ہمسائے کے ساتھ کھچاؤ کے ساتھ مشتبہ طور پر۔ ہاں بغیر کسی شرط اور ہچکچاہٹ کے۔

برطانوی میڈیا نے مجموعی طور پر ڈاکٹر روون ولیمز کے ان خیالات پر منفی ردِعمل کا اظہار کیا۔ برطانیہ کے سیاسی رہنماؤں کا طرزِ عمل بھی منفی تھا۔ یہاں تک کہ بعض مسلمان شخصیتوں اور اداروں نے بھی آرک بشپ آف کنٹر بری کے اس نقطہ نظر پر تنقید کی۔ جن سیاسی رہنماؤں نے اس مسیحی رہنما کی کھل کر مخالفت نہ کی انھوں نے بھی کم از کم اپنے آپ کو اس نظریے سے الگ ضرور رکھا۔ ان پر چرچ آف انگلینڈ کے دیگر لیڈروں کی طرف سے بھی تنقید ہوتی رہی۔ امریکہ اور دوسرے ممالک کے چرچ رہنماؤں نے انھیں ناکارہ اور رہنمائی کے لئے نامناسب قرار دے کر مستعفی ہونے کا مطالبہ کیا۔

تاہم ڈاکٹر روون کو ہدف ملامت بنانے والے ہی نہ تھے بلکہ اُن کی حمایت کرنے والوں میں بھی بعض آوازیں نہایت اہم تھیں جن میں خاص طور پر لارڈ چیف جسٹس لارڈ فلپس بہت قابل ذکر ہیں۔ بہرحال برطانیہ میں نائن الیون کے بعد مسلمانوں اور اسلام کے بارے میں جس طرح کا طرزِ عمل چلا آرہا ہے اُس پر خود برطانیہ کے سنجیدہ حلقے بھی مطمئن نہیں ہیں۔ برطانوی میڈیا نے ایک خاص طرح کی فضا پیدا کر رکھی ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ لیکچر دیتے ہوئے آرک بشپ آف کنٹر بری کو خود بھی اس امر کا احساس تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب اُن سے یہ پوچھا گیا کہ:

"Do you think the inclusion of some Islamic history in the national curriculum could help generate a wider cultural understanding of Islam?"

کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر قومی نصاب میں اسلامی تاریخ کا کچھ حصہ شامل کر لیا جائے تو اس سے اسلام کے ثقافتی پہلو کو سمجھنے میں زیادہ مدد ملے گی؟

تو انھوں نے اپنا جواب ان الفاظ سے شروع کیا:

Mindful of the potential headlines, "Archbishop calls for Muslim history in schools".(5)

متوقع سرخیوں کو ذہن میں رکھیے گا، ’’آرچ بشپ نے مسلم تاریخ سکولوں میں پڑھانے کا مطالبہ کر دیا۔‘‘

اس پر سامعین نے قہقہہ لگایا۔

بہر حال میڈیا کے شدید ردِعمل کے بعد اگلے روز ان کی ویب سائٹ کو یہ وضاحت کرنا پڑی:

The archbishop made no proposals for sharia in either the lecture or the interview, and certainly did not call for its introduction as some kind of parallel jurisdiction to the civil law.

Instead, in the interview, rather than proposing a parallel system of law, he observed that "as a matter of fact certain provisions of sharia are already recognised in our society and under our law". When the question was put to him that: "the application of sharia in certain circumstances - if we want to achieve this cohesion and take seriously peoples, religion - seems unavoidable?", he indicated his assent.(6)

آرچ بشپ نے اپنے لیکچر یا انٹرویو میں شریعت کے بارے میں کوئی تجاویز نہیں دیں اور یقینی طور پر انھوں نے سول لا میں کسی متوازی قانون کا مطالبہ نہیں کیا۔

انھوں نے انٹرویو میں متوازی نظام قانون تجویز کرنے کے بجائے یہ نقطہ نظر بیان کیا کہ ''حقیقت امر یہ ہے کہ شریعہ کے بعض قوانین پہلے ہی ہمارے معاشرے میں قبول کیے جا چکے ہیں اور ہمارے قانون کے مطابق ہیں۔'' جب اُن سے پوچھا گیا کہ ''کیا بعض حالات میں شریعہ کا نفاذ۔۔۔اگر ہم یہ ارتباط پیدا کرنا چاہتے ہیں اور عوام کے مذہب کو سنجیدگی سے لیتے ہیں۔۔۔اجتناب ناپذیر معلوم ہوتا ہے؟ تو انھوں نے اپنے نقطہ نظر کا اظہار کیا۔

ڈاکٹر رووَن ولیمز نے اپنا یہی موقف بی بی سی کو ایک انٹرویو دیتے ہوئے بھی بیان کیا تھا۔ انٹرویو لینے والے رپورٹر نے اُسی وقت اُن سے کہہ دیا تھا:

آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ چرچ آف انگلینڈ کا ایک لیڈر اسلامی قوانین کے برطانیہ میں لاگو کرنے کی بات کر رہا ہے؟ آپ کا یہ بیان طوفان کھڑا کر دے گا۔

اس پر ڈاکٹر رووَن نے بڑے اطمینان سے کہا: مجھے معلوم ہے۔(7)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ڈاکٹر رووَن ولیمز نے نہایت سوچ سمجھ کر اور سنجیدگی سے اپنا نقطۂ نظر بیان کیا۔ وہ اپنے مقاصد کے بارے میں بھی واضح تھے اور اس کے ردِعمل کا بھی انھیں اندازہ تھا۔ اُن کی رائے کا خلاصہ انھی کے الفاظ کی روشنی میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے:

اگر اسلام میں اچھی چیزیں ہیں اور لوگ ان پر عمل کرتے ہیں تو انھیں قانون کا حصہ بنانے میں کیا حرج ہے، اسلام میں شادی بیاہ اور وراثت کے معاملات اچھے ہیں اور برطانوی مسلمان ان پر عمل بھی کرتے ہیں تو پھر اسے قانون کا درجہ دینے میں کیا حرج ہے، اس سے معاشرے کو زیادہ مربوط کیا جا سکے گا۔ بی بی سی فور کو ڈاکٹر رووَن ولیمز نے جو انٹرویو دیا اس کے پس منظر میں 2006 میں برطانیہ میں اسلامی عدالتوں کے بارے میں چھڑنے والی ایک بحث کا پس منظر جاننا ضروری ہے۔ اس وقت بعض برطانوی اخباروں میں یہ خبریں چھپی تھیں کہ کچھ علاقوں میں مسلمان علماء برطانوی قوانین کے متوازی اپنی عدالتیں لگائے بیٹھے ہیں اور حکام بھی ان سے صرفِ نظر کر رہے ہیں، بعد میں یہ کہانیاں دم توڑ گئیں کیونکہ جس کو عدالت قرار دیا جا رہا تھا وہ محض مشاورتی کونسل (فتوی) تھی جو فریقین کے پوچھنے پر صرف یہ معلومات فراہم کرتی تھی کہ اسلامی شریعت کے مطابق یہ معاملہ اس طرح ہو سکتا ہے، فریقین اپنی مرضی سے اسے قبول کر لیتے تھے اور مروجہ عدالتوں میں جانے سے گریز کرتے تھے، اس معاملے کو مزید بہتر انداز میں اس طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ جس کو اسلامی عدالتیں قرار دیا جا رہا تھا وہ دارالافتاء تھا، شادی، طلاق اور وراثت جیسے معاملات میں فتویٰ دیتا تھا۔ برطانیہ کے روزنامہ ایکسپریس نے ایک رپورٹ میں لکھا تھا کہ برطانوی قصبے سویل میں اسلامی امام شیخ یعقوب نے اسلامی عدالت قائم کر رکھی ہے جو اسلامی مرکز کے ہی ایک کمرے میں واقع ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ اسلامی عدالت کا مقصد برطانوی قانون کی جگہ اسلامی قانون کا نفاذ ہے۔ اخبار کے مطابق جس جگہ مدرسہ قائم کیا گیا ہے وہاں پہلے شراب خانہ تھا، بعد ازاں اس جگہ پر مدرسہ قائم کر دیا گیا اور یہاں پر چلنے والے مقدمات ہر ہفتے سماعت کے لئے آتے ہیں جب کہ ہر روز کم از کم دس مقدمات کی سماعت ہوتی ہے۔ چار ایسے اسلامی علما جو اپنی پوری زندگی اسلامی قوانین اور قرآنی علوم کے حصول میں صرف کر چکے ہیں مقدمات کی سماعت کرتے ہیں۔

اخبار کی رپورٹ پر اسلامی کونسل نے شدید ردِعمل ظاہر کیا۔ کونسل کے ترجمان عنایت بنگہ والا نے اخبار کے نام ایک خط لکھ کر کہا کہ مذکورہ مضمون شرمناک ہے اور جس عدالت کا ذکر کیا گیا ہے وہ کمیونٹی کی سطح پر طلاق اور شادی جیسے سول معاملات میں مشاورت کا کردار ادا کرتی ہے۔ اسے برطانوی عدالتوں کے مترادف یا ان کے خلاف قرار دینا درست نہیں ہے، بنگہ والا نے مزید کہا کہ برطانیہ بھر میں ایسی مشاورتی کونسلیں کام کر رہی ہیں اور سرکاری سطح پر ان کا علم ہے، یہ کوئی خفیہ ایجنڈا نہیں ہے، بلکہ مسلمانوں کا سول معاملات میں اپنے مذہب کے مطابق عمل ہے جس پر کوئی اعتراض نہیں کیا جانا چاہیے کیوں کہ یہ برطانوی قانون کے خلاف نہیں ہے اور اسلامی مشاورتی کونسل مجرمانہ معاملات میں کوئی دخل نہیں دیتی۔ اخبار کی اسٹوری نے برطانیہ بھر میں یہ خطرہ پیدا کر دیا تھا کہ برطانوی مسلمان ایسی عدالتیں قائم کر چکے ہیں جو ہاتھ کاٹنے اور سنگسار کرنے کے احکامات جاری کرتی ہیں اور بہت جلد ہی برطانیہ بھر میں ان کا اطلاق ہو جائے گا، جبکہ برطانوی مسلم کونسل نے وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ ایسا کچھ بھی نہیں ہے، وہ برطانوی قانون کے متوازی اسلامی عدالتیں نہیں

بنا رہے ہیں نہ ہی ایسا کوئی پروگرام ہے۔ البتہ سول معاملات میں اسلامی شریعت کی مدد لی جاتی ہے کیونکہ ایسا کرنا مذہب کے حوالے سے ضروری ہے، اس پر برطانوی قانون کو کوئی اعتراض نہیں ہے کیونکہ برطانوی قانون کے مطابق بھی کاغذی کارروائی مکمل کی جاتی ہے۔اس اسٹوری کے تناظر میں بی بی

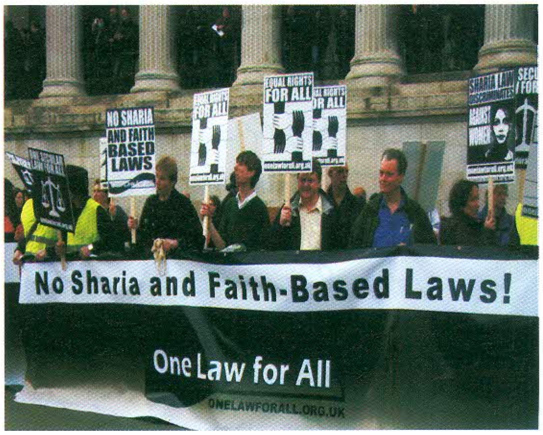

سی کے ریڈیو فور نے ڈاکٹر ولیم سے ایک انٹرویو کیا، انٹرویو کرنے والے نے یہی پوچھا کہ مسلمانوں کو یہ سب کرنا چاہیے؟ ڈاکٹر ولیم کا جواب یہ تھا کہ اگر ہم اسلامی قوانین کے ان حصوں پر تنقید کرتے ہیں جن میں ہاتھ کاٹنے اور سر قلم کرنے کی سزائیں دی گئی ہیں، تو پھر ایسے حصوں کا ذکر کیوں نہیں کرتے جو یورپی معیار کے مطابق بہترین ہیں اور انسانی حقوق کے عین مطابق ہیں، جو لوگ مذہب پر یقین رکھتے ہیں اور جس حصے پر عمل کرنا چاہتے ہیں وہ قابل اعتراض بھی نہیں ہے، انھیں اس سے روکنے کے بجائے اسے قانون کا حصہ بنانا چاہیے۔(8)

اختلافی آراء

برطانیہ کی سیاسی جماعتوں نے بالعموم آرک بشپ آف کنٹربری کے بیان سے اپنے آپ کو فاصلے پر رکھا۔ چند ایک آراء ملاحظہ کیجیے:

(۱) برطانوی وزیراعظم گورڈن براؤن کے ترجمان کا کہنا تھا کہ وزیراعظم سمجھتے ہیں کہ برطانوی قانون کی بنیاد برطانوی اقدار پر ہونی چاہیے۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ شرعی قانون کو برطانوی قانون توڑنے کے جواز کے طور پر کبھی استعمال نہیں کیا جاسکتا اور نہ سول معاملات میں شرعی قانون کا اطلاق کیا جاسکتا ہے۔

اپوزیشن جماعت ٹوری نے کہا کہ آرچ بشپ کے ریمارکس ''معاون نہیں''

(۲) ایک اور اپوزیشن جماعت لب ڈیم کا کہنا تھا کہ برطانیہ میں ہر کسی کو ہر قیمت پر قانون کی پاسداری کرنی چاہیے۔

(۳) بعض برطانوی سیاستدانوں نے اس رائے کا اظہار کیا کہ دو طرح کے قوانین ساتھ ساتھ نہیں چل سکتے کیونکہ اس سے افراتفری بڑھے گی۔

(۴) حزب اختلاف کی ایک رہنما بیرنس وراثی کا کہنا تھا کہ آرچ بشپ کی رائے معاون نہیں ہے۔ انھوں نے کہا کہ دو متوازی نظام رکھ کر لوگوں کو کسی ایک کو اختیار کرنے کا حق دینا ناقابلِ قبول ہے۔(9)

برطانیہ کے اندر اور باہر چرچ آف انگلینڈ کے رہنما پر تنقید میں حصہ لینے والوں میں مسیحی مذہبی رہنما بھی پیش پیش رہے۔

(۱) لاطینی امریکہ کے اینگلیکن آرچ بشپ نے کہا کہ ڈاکٹر روون ولیم کی قیادت کا معیار گر چکا ہے۔

(۲) ڈاکٹر روون ولیمز کے پیش رو لارڈ کیری نے کہا کہ برطانیہ میں اسلامی قوانین کے نفاذ کے نتائج انتہائی خطرناک ہوں گے۔

(۳) برطانیہ اور امریکہ کے بعض چرچ رہنماؤں نے کہا کہ ڈاکٹر ولیمز جو بات کہہ رہے ہیں وہ برطانیہ میں بڑے طوفان کا پیش خیمہ ہے۔(10)

مسیحی دنیا سے باہر بھی ڈاکٹر ولیمز کے نقطۂ نظر کی مخالفت کرنے والے موجود ہیں۔ ہندوستان میں ٹائمز آف انڈیا نے اس پر ایک اداریہ لکھا جس کا عنوان تھا: "This will hurt cohesiveness" اس کا ماحصل یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی قوانین کے نفاذ سے جمہوری نظام پر مبنی سوسائٹی کو نقصان پہنچ سکتا ہے اور یہ یکساں قوانین کی روح کے خلاف ہے۔(11)

چرچ آف انگلینڈ کے سربراہ کی مذکورہ تجویز پر جو صورت حال میڈیا کے طرز عمل سے پیدا ہوئی اُسے مولانا محمد عیسیٰ منصوری چیئرمین ورلڈ اسلامک فورم، لندن نے اپنے ایک مقالے میں یوں بیان کیا ہے:

میڈیا کی شرارت کے سبب ڈاکٹر روون ولیمز کو غصے سے بھرے، دھمکی آمیز اور ناشائستہ الفاظ میں بہت سے فون، خطوط اور ای میل ملے۔ آرچ بشپ کی طرف سے شریعت کے بعض قوانین کی حمایت میں ہمدردانہ حمایت کے غیر متوقع بیان پر میڈیا تو ان کی مخالفت میں پیش پیش تھا ہی، خود چرچ کے بعض ممبران اور سابق آرک بشپ آف کنٹربری لارڈ کیری نے بھی برطانیہ میں شریعت اسلامی کے بعض قوانین کے نفاذ پر غور وفکر کی دعوت کو خطرناک قرار دے کر ڈاکٹر روون پر تنقید کی، حتیٰ کہ برطانوی پارلیمنٹ میں بشپ ولیمز کے استعفے کی گونج بھی سنائی دی۔ کینٹ پولیس کے سینئر ذرائع نے صورت حال کو دیکھتے ہوئے آرچ بشپ کو چوبیس گھنٹے پولیس تحفظ کی پیش کش کی اور ان کی سیکورٹی کے حوالے سے گہری تشویش کا اظہار کیا، لیکن آرچ بشپ ڈاکٹر ولیمز نے پولیس کی پیش کش کو مسترد کردیا۔ انھوں نے پریس کو بتایا کہ وہ نہ اپنے بیان پر معذرت کریں گے اور نہ ہی استعفا دیں گے اور وہ اپنا موقف پریس کے بجائے اپنی سنڈ میں پیش کریں گے۔(12)

تائیدی آراء

ڈاکٹر روون ولیمز کی تائید میں برطانیہ سے اٹھنے والی سب سے مضبوط اور موثر آواز انگلینڈ اور ویلز کے سینئر ترین جج لارڈ فلپس کی تھی۔ جولائی 2008 میں انھوں نے لندن کے علاقے وائٹ چیپل میں مسلمانوں کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

اسلامی قوانین کو برطانوی نظام قانون میں استعمال کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ وہ موجودہ قوانین سے متصادم نہ ہوں۔۔۔ اسلامی شرعی قوانین کے بارے میں بہت غلط فہمی پائی جاتی ہے جسے دور ہونا چاہیے۔۔۔ اگر دونوں طرف سے رضا مندی ہوتو اسلامی قوانین کو کسی معاملے میں مصالحت کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ تاہم مصالحت میں ناکامی کی صورت میں سزا کا تعین انگلش قانون کے تحت ہی ہونا چاہیے۔

اگرچہ اسلامی قوانین کی موجودہ قانونی نظام میں شمولیت کے امکانات موجود ہیں لیکن اس بات کا کوئی امکان نہیں کہ برطانیہ میں شرعی عدالتیں قائم کی جاسکتی ہیں یا پھر سنگساری اور ہاتھ کاٹنے جیسی سزائیں دی جاسکتی ہیں۔

لارڈ فلپس نے واضح طور پر نام لے کر آرک بشپ آف کنٹربری کا دفاع کیا۔ انھوں نے کہا:

جب آرک بشپ آف کنٹربری آف کنٹربری ڈاکٹر روون ولیمز نے کہا تھا کہ برطانوی مسلمانوں پر قوانین شریعہ لاگو ہوسکتے ہیں تو ان کے بیان کا غلط مطلب لیا گیا تھا۔ (13)

ہماری رائے میں غیر مسلم دنیا میں ڈاکٹر روون ولیمز کے نقطہ نظر کے بارے میں پروفیسر نوح فیلڈ مین کا تبصرہ نہایت جاندار ہے۔ انھوں نے بات کرتے ہوئے برطانیہ میں قانون کے ارتقا کے پس منظر کو سامنے رکھا۔ شرعی قوانین کے حوالے سے عالم اسلام کی مجموعی صورت حال بھی ان کے پیش نظر ہے۔ ڈاکٹر روون کے خلاف ردّعمل کی وجوہات کو بھی وہ جانتے ہیں۔ پروفیسر نوح فیلڈ مین ہارورڈ یونیورسٹی میں قانون کے استاد ہیں اور خارجہ تعلقات کی کونسل کے سینئر فیلو ہیں۔ گزشتہ برس (2008) میں ان کی ایک کتاب ''اسلامی ریاست کا عروج وزوال'' منظر عام پر آئی ہے۔ اس میں انھوں نے زیر بحث موضوع پر کچھ تفصیل سے اظہار خیال کیا ہے۔ چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

آرک بشپ نے بتایا کہ کلیسائے انگلستان کا قانون پورے ملک کا قانون ہے اور درحقیقت جو عیسائی عدالتیں کبھی شادی اور طلاق کے جھگڑے سلجھایا کرتی تھیں، اب بھی برطانیہ کے نظام قانون میں یکجا ہیں اور چرچ کی جائیداد اور اصولوں کے بارے میں فیصلے دیتی ہیں۔ انھوں نے تجویز پیش کی کہ اگر تمام فریق رضامند ہوں اور خواتین کے لیے مساوی حقوق کی سختی سے پاسداری کی جا

ئے تو شادی اور طلاق سے متعلق مقدمات کی سماعت کے لیے اسلامی اور آرتھو ڈوکس یہودی عدالتوں کے قیام پر غور کرنا ایک اچھا خیال ہوسکتا ہے۔

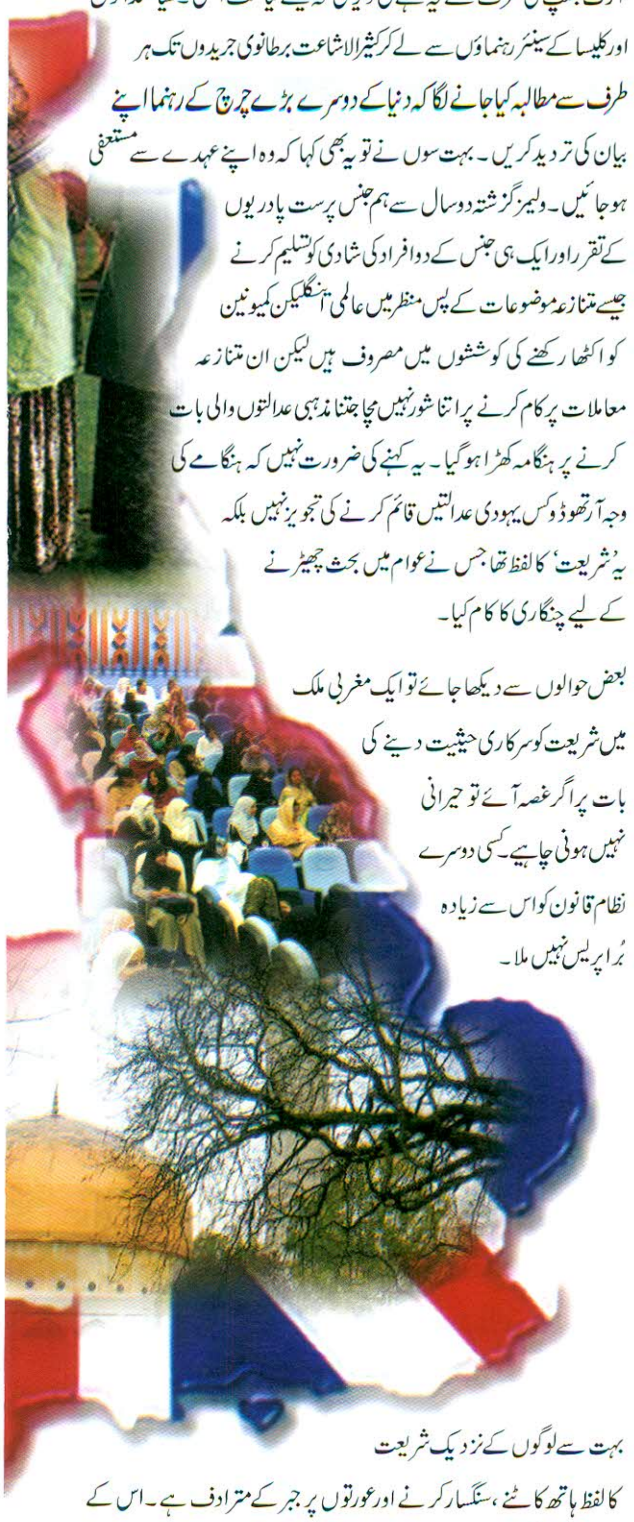

آرک بشپ کی طرف سے یہ کہنے کی دیر تھی کہ جیسے قیامت آگئی۔ سیاستدانوں اور کلیسا کے سینئر رہنماؤں سے لے کر کثیرالاشاعت برطانوی جریدوں تک ہر طرف سے مطالبہ کیا جانے لگا کہ دنیا کے دوسرے بڑے چرچ کے رہنما اپنے بیان کی تردید کریں۔ بہت سوں نے تو یہ بھی کہا کہ وہ اپنے عہدے سے مستعفی ہوجائیں۔ ولیمز گزشتہ دو سال سے ہم جنس پرست پادریوں کے تقرر اور ایک ہی جنس کے دو افراد کی شادی کو تسلیم کرنے جیسے متنازعہ موضوعات کے پس منظر میں عالمی اینگلیکن کمیونین کو اکٹھا رکھنے کی کوششوں میں مصروف ہیں لیکن ان متنازعہ معاملات پر کام کرنے پر اتنا شور نہیں مچا جتنا مذہبی عدالتوں والی بات کرنے پر ہنگامہ کھڑا ہوگیا۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ہنگامے کی وجہ آرتھوڈوکس یہودی عدالتیں قائم کرنے کی تجویز نہیں بلکہ یہ 'شریعت' کا لفظ تھا جس نے عوام میں بحث چھیڑنے کے لیے چنگاری کا کام کیا۔

بعض حوالوں سے دیکھا جائے تو ایک مغربی ملک میں شریعت کو سرکاری حیثیت دینے کی بات پر اگر غصہ آئے تو حیرانی نہیں ہونی چاہیے۔ کسی دوسرے نظام قانون کو اس سے زیادہ بُرا پریس نہیں ملا۔

بہت سے لوگوں کے نزدیک شریعت کا لفظ ہاتھ کاٹنے، سنگسار کرنے اور عورتوں پر جبر کے مترادف ہے۔ اس کے برخلاف آج کس کو یہ یاد ہے کہ عام برطانوی قانون جس سے سب کو بڑی محبت ہے سینکڑوں جرائم میں پھانسی پر لٹکانے کی سزا تجویز کرتا تھا؟ ان جرائم میں پانچ شلنگ یا اس سے زیادہ قیمت رکھنے والی کسی شے کی چوری بھی شامل ہے۔ کتنے لوگ جانتے ہیں کہ اٹھارھویں صدی عیسوی تک بیشتر یورپی ممالک کے قوانین

میں تشدد کو نظام کے اہم جزو کے طور پر تسلیم کیا گیا تھا؟ حقیقت تو یہ ہے کہ اپنی تاریخ کے زیادہ تر عرصے میں اسلامی قوانین نے ساری دنیا کے لیے سب سے زیادہ روشن خیال اور شائستہ اصول پیش کئے تھے۔ آج کل جب ہم چند گنے چنے جرائم پر شریعت میں دی گئی سخت سزاؤں کی بات کرتے ہیں تو ہم اس طرف دھیان نہیں دیتے کہ ان سزاؤں کے نفاذ کے لیے شہادت کا معیار بھی کتنا سخت ہے۔ مثال کے طور پر جنسی بے راہروی کے جرم میں سزا دینے کے لیے ضروری ہے کہ ملزم چار بار اپنے جرم کا اعتراف کرے یا چار باکردار بالغ مرد یہ گواہی دیں کہ انھوں نے بچشم خود جنسی عمل ہوتے دیکھا تھا۔

ہمارے اپنے نظام قانون میں موجود انتہائی سخت سزاؤں کو بالعموم نظر انداز کر دیا جاتا ہے جن میں منشیات کے نسبتاً معمولی جرائم پر عمر قید کی سزا دینا وغیرہ شامل ہے۔ ہم اپنے عائلی قوانین میں عارضی طور پر کی جانے والی ترامیم کی نشاندہی کرنا بھی بھول جاتے ہیں۔(14)

اسلام کا ردّعمل

برطانیہ کے مسلمانوں کا ردّعمل ڈاکٹر روون ولیمز کے بیانات پر ملا جلا تھا۔ برطانیہ میں مسلمانوں کی موجودہ نفسیاتی کیفیت کا جائزہ لیا جائے تو اس کی وجہ سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے۔ البتہ مجموعی طور پر عالم اسلام میں آرچ بشپ آف کنٹر بری کے نقطہ نظر کو سراہا گیا اور اسے دو بڑے عالمی مذاہب کے مابین ہم آہنگی کے فروغ کے لئے مفید قرار دیا گیا۔

برطانیہ میں رمضان فاؤنڈیشن کے ڈائریکٹر محمد شفیق نے کہا:

اس سے ہمارے دونوں مذاہب کے عقائد کی جانب سے احترام اور برداشت کی کوششوں کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔(15)

یوں کے اسلامک مشن کے صدر مولانا شفیق الرحمٰن نے کہا:

اس بات پر جذباتی ہونے کے بجائے آرچ بشپ کی ذمہ دارانہ حیثیت کو مدنظر رکھتے ہوئے زمینی حقائق کی روشنی میں ایک صحت افزا مکالمے کی ضرورت ہے۔۔۔ اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے اس لئے اسلامی اور برطانوی قوانین کے نفاذ میں کوئی قباحت نہیں جن میں یکسانیت موجود ہے۔۔۔ آرچ بشپ نے

ڈاکٹر روون ولیمز اس چرچ کی چودہ سو سالہ روایت میں ایک سو چاودیں سربراہ ہیں۔ انھوں نے اپنے کیریئر کا زیادہ حصہ کیمبرج اور آکسفورڈ کی یونیورسٹیوں میں ایک کامیاب استاد کی حیثیت سے گزارا۔

شرعی قوانین کی پورے برطانیہ میں سرکاری قانون کے متوازی نفاذ کی بات نہیں کی بلکہ مسلم کمیونٹی کے لئے بعض معاملات میں مزید سہولتوں کی بات کی ہے۔۔۔ شرعی قوانین پر عمل کے شخصی اختیار میں سوسائٹی کو تقسیم کرنا نہیں ہے بلکہ سوسائٹی کے قابل لحاظ باشندوں کے لئے سہولت اور شخصی آزادی کو ملحوظ رکھنا ہے جو کہ برطانوی اور انسانی حقوق کی کسی بھی لحاظ سے خلاف ورزی نہیں ہے۔(16)

برطانیہ کی مسلم کونسل کے صدر ابراہیم ڈوگرا نے بشپ ولیمز کے نقطہ نظر کی حمایت کرتے ہوئے کہا:

برطانیہ کے قانونی نظام میں شرعی قوانین کو شامل کرنے کی گنجائش موجود ہے۔

مولانا محمد عیسیٰ منصوری اپنا نقطہ نظر یوں بیان کرتے ہیں:

ڈاکٹر روون ولیمز نے برطانیہ میں کسی متوازی عدالتی نظام کی تجویز پیش نہیں کی، بلکہ صرف یہ کہا ہے کہ شادی بیاہ، طلاق و وراثت جیسے معاملات میں بعض اسلامی قوانین کی جگہ موجود ہے اور اسلامی شریعت کے چند قوانین اختیار کر لینے سے برطانیہ میں بسنے والی مسلمان کمیونٹی کو سماجی طور پر قریب کرنے میں مدد ملے گی۔ آرچ بشپ نے بڑے پتے کی بات کہی ہے اور یہ خوشی کی بات ہے کہ مسیحی مذہب کے اعلیٰ ترین رہنما نے زمینی حقائق کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسلامی قوانین کے متعلق ایک مثبت بحث کا آغاز کر دیا ہے۔ اس بحث کا مقصد ایک سیکولر نظام میں رہنے والی اقلیتی کمیونٹیز کے لوگوں کو ان کے مذہبی عقائد کے مطابق زیادہ سے زیادہ سہولتیں پہنچانا اور ملکی قوانین اور مذاہب کے درمیان زیادہ سے زیادہ ہم آہنگی پیدا کرنا ہے۔ اس کا اطلاق صرف اسلام یا مسلمانوں تک محدود نہیں ہوگا، بلکہ بتدریج دوسرے مذاہب کے لوگوں کو بھی اس کا فائدہ پہنچے گا۔(17)

مصر کی عالمی شہرت یافتہ جامعہ الازہر کے اسسٹنٹ وائس چانسلر شیخ عبدالفتح عالم

نے ڈاکٹر روون ولیمز کے بیان پر مثبت ردعمل کا اظہار کیا اور کہا:

برطانوی کنٹربری کے پادری آرک بشپ روون ولیمز کے بیان نے تہذیبوں اور ثقافتوں کے مابین مکالمے کی حوصلہ افزائی کی ہے اور اس کا مسلم ممالک میں

> یہ ضروری نہیں کہ ہم ڈاکٹر ولیمز کی ہر رائے کی تائید کریں لیکن یہ اعتراف کیے بغیر چارہ نہیں کہ انھوں نے ایک منفی سیاسی فضا میں آزادئ اظہار کے اپنے حق کو جرأت مندی سے استعمال کیا ہے۔

مثبت اثر پڑے گا۔ انھوں نے کہا کہ الازہر یونیورسٹی نے ہمیشہ مختلف عقائد کے درمیان پرامن بقائے باہمی کی حمایت کی ہے اور اس لیے لوگوں کو دوسروں کے مذہب اور احساسات کا احترام کرنا چاہیے۔(18)

معروضات چند

ہم نے مسیحی دنیا کی ایک قد آور شخصیت کی ایک رائے اور اس کے بارے میں سامنے آنے والی آرا کا خلاصہ گذشتہ صفحات میں پیش کیا ہے۔ مختلف آرا کے پس منظر کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے تاکہ ان کی حیثیت واضح ہو جائے نیز یہ بھی کہ آرا کس طرح سے خارجی صورت حال سے متاثر ہوتی ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ ہم ڈاکٹر ولیمز کی ہر رائے کی تائید کریں لیکن یہ اعتراف کیے بغیر چارہ نہیں کہ انھوں نے ایک منفی سیاسی فضا میں آزادئ اظہار کے اپنے حق کو جرأت مندی سے استعمال کیا ہے۔ ہمارے خیال میں اُن کی یہ جرأت مندی اُن کی رائے سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے اور انھیں ہماری تحسین کا حقدار بناتی ہے۔ آرچ بشپ کی رائے اور اس پر تنقید کے اس واقعے سے یہ امر واضح ہو کر سامنے آتا ہے کہ ادیان اور تہذیبوں کی قربت اور افہام و تفہیم کے مابین سیاسی اور وقتی مفادات حائل ہیں۔ یہ مفادات حائل نہ ہوں تو دنیا میں حصول امن کی راہ بہتر طور پر ہموار ہو سکتی ہے۔ یہاں یہ بات تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ سیاسی اور وقتی مفادات کا مسئلہ مغرب ہی میں درپیش نہیں بلکہ مشرق میں بھی اسی طرح درپیش ہے۔ ہر دوسرے دین اور مغرب کی ہر بات پر اندھی اور دھواں دھار تنقید کرنے والے افراد انسانیت کے لئے خیر و صلاح کے حقیقی پیغامبر نہیں ہو سکتے۔ چرچ آف انگلینڈ کے سربراہ کا طرز عمل اور مخالفانہ فضا میں ان کی حمایت کرنے والوں کا کردار یہ نوید دیتا ہے کہ مغرب میں آزادی سے سوچنے والے افراد کی کمی نہیں۔ ہم سید وسیم الدین کی اس رائے سے اتفاق کرتے ہیں کہ: اسلام دشمن ماحول کے باوجود برطانیہ میں ایسا طبقہ موجود رہا ہے جس کے نزدیک یہ استدلال اہم تھا کہ چونکہ دنیا کا دوسرا بڑا مذہب اسلام ہے لہٰذا اسے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں نظری اور فکری سطح پر قابل قدر کوششیں ہوئی ہیں اور اسلام اور مغرب کے رشتوں پر کتابیں شائع بھی ہوئی ہیں۔ عالمی مذہبی تقابلی مطالعہ پر زور دینے والی کیرن آرم اسٹرنگ (Karen Armstrong) نے اپنی ایک کتاب Islami A Short History2001 میں یہی زور دیا کہ اسلام اور پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم الہامی حقیقت رکھتے ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین اسلام ایسی الہامی حقیقت ہے جو تاریخ سے ثابت ہے لہٰذا موجودہ زمانے میں اسلام کی افہام و تفہیم ضروری ہے اور اسے قابل فہم دین سمجھنا چاہیے۔(19)

ہمارے ہاں بھی عمومی فضا سے ہٹ کر بات کرنا کوئی ایسی آسان بات نہیں۔ جو لوگ سیاسی و ذاتی مفادات سے ہٹ کر سوچتے ہیں اور بنا برخلوص و تحقیق کسی رائے کا اظہار کرتے ہیں ہمارے حق اختلاف رائے کے باوجود وہ احترام کے لائق ہیں۔ آخر میں یہ کہنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان ملکوں میں بالعموم اقلیتوں کے مذہبی حقوق کی پاسداری کی جاتی ہے۔ شادی بیاہ کے مراسم ہوں یا وراثت کے امور اقلیتیں اپنے عقائد و رواجات کے مطابق عمل کرنے میں آزاد ہیں اور اگر کہیں اس کے برخلاف کوئی قانون یا طرز عمل ہو تو اسے تبدیل ہونا چاہیے اور یہی اسلامی تعلیمات کی روح کا تقاضا ہے۔ اقلیتوں کے حقوق کے دفاع میں متقدمین و متاخرین علما نے بہت کچھ لکھا ہے اور اس سلسلے میں جداگانہ تصانیف بھی موجود ہیں۔ جہاں اس سلسلے میں مزید اقدام کی ضرورت ہو علمائے اسلام کو کسی بھی خارجی صورت حال سے متاثر ہوئے بغیر ہمیشہ جراتمندی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

حوالہ جات

1) http://en.wikipedia.org/wiki/Rowan_Williams
2) http://en.wikipedia.org/wiki/Rowan_Williams
3) www.urduvb.com/forum/archive/index.php?t-3146.html
http://pak.net 08-02-08, 05:51
4) http://www.archbishopofcanterbury.org/ 1594
5) http://www.archbishopofcanterbury.org/ 1594
6) http://www.archbishopofcanterbury.org/ 1581
7) http://www.jamaaturdu.org/mazameen/default.php?path=2008-02-20-13-18.xml
8) http://www.jamaaturdu.org/mazameen/default.php?path=2008-02-20-13-18.xml
9) http://pak.net 08-02-08, 05:51
10) bbcurdu.com 11-02-08
11) http://www.urdutimes.in
12) ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ۔ اپریل 2008، ص:8
13) http://urdunews.net :jang 7/6/2008
http://www.pakspectator.com/chief-justice-of-england-lord-phillips-praises-sharia-law/
14) http://www.urdutimes.in
15) www.urduvb.com/forum/archive/index.php?t-3146.html
16) http:// search.jang.com.pk/search datails.asp? nid= 254912
17) ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ۔ اپریل 2008، ص:9
18) http://search.jang.com.pk/print.asp?nid=254208&param=tbl
19) http:// www.urdutimes.in